Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 4, Issue 2
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

ڈاکٹر محمد قمر اقبال
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، مسلم یوتھ یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر محمد یوسف اعوان
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سیالکوٹ

بالِ جبریل کا تغزل: تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Dr. Muhammad Qamar Iqbal
Assistant Professor, Urdu Department, Muslim Youth University, Islamabad
Dr. Muhammad Yousaf Awan
Assistant Professor, Urdu Department, University of Sialkot

Bal-E-Jabreel's Taghzal: A Research And Critical Review

Allama Iqbal completely changed the body of Ghazal. Thanks to Iqbal, today Urdu Ghazal is reaching the extremes of development and all kinds of ideas are being expressed in it. Iqbal's ghazal is not a traditional ghazal. His beloved is the nation of Islam, humanity, the prophet and the person of Allah Almighty, Iqbal makes them beloved and speaks in such a way that a unique isolation is created in his ghazals. Allama was carrying the pain of the nation in his chest, so Bal Jibreel is also not free from this pain, but here all the ghazals and poems seem to be immersed in the pain of the nation. Allama has brought ghazal to its peak in Baal Jibreel and has grasped all kinds of colorful subjects in such a way that even in the precise and heavy problems of philosophy, he made them into ghazal by creating subtlety and elegance. And this is such a great artistic and intellectual achievement that not only Urdu poetry but the poetry of the whole world will continue to be proud of.

Keywords:
Allama, Ghazal, Islam, Bal-E-Jibreel, Elegance, Poetry, Proud, Nation

کلیدی الفاظ:
علامہ، غزل، اسلام، بالِ جبریل، فصاحت، شاعری، فخر، قوم

غزل اُردو ادب کی معروف صنف سخن ہے اور ہر دور میں مقبول رہی ہے۔ غزل اُردو میں فارسی ادب سے آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اُردو ادب پر چھا گئی اور تقریباً ہر شاعر نے اسے اپنے لطیف خیالات کے اظہار کیلئے بہترین ذریعہ پایا۔ اردو کے ابتدائی غزل گو شعرا نے غزل کو واردات قلبی کے اظہار کا ذریعہ بنایا، عورت سے گفتگو کو غزل کا نام دیا اور ایک مدت تک غزل کے پیرائے گل د بلبل اور لب ور خسار اور محبوب کی بے رخی اور ظلم و ستم کا تذکرہ ہوتا رہا۔ جب غزل میر درد، میر تقی میر اور سودا تک پہنچی تو انہوں نے اس میں گاہے بگاہے خارجی حالات و واقعات کا تذکرہ بھی شروع کر دیا اور پھر غالب نے غزل کو آبرو بخشی اور اسے فلسفیانہ خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ حالی کے ہاتھ میں پہنچ کر غزل

نے ایک نئی کروٹ لی اور انہوں نے اسے قومی وملی بیداری اور معاشرتی اصلاح کا ذریعہ بنادیا اور پھر علامہ اقبال نے غزل کی کایا بالکل ہی پلٹ کرر کھ دی اور غزل کی لطافت کو برق 2رارر کھتے ہوئے اسے حقائق واسرار کا خزینہ، قومی اصلاح اور بیداری کا مرقع بنادیا اور اس کے ذریعے لطیف اور گہرے احساسات اور عمیق فلسفیانہ خیالات کا اظہار اس خوبصورتی اور چابکدستی سے کیا کہ اُردو غزل کو چار چاند لگ گئے۔اقبال ہی کی بدولت آج اُردو غزل ترقی کی انتہائی منازل کو چھورہی ہے اور اس میں ہر قسم کے خیالات کا اظہار بخوبی کیا جارہا ہے۔

علامہ اقبال کی کتاب بال جبریل میں اُن کا رنگ تغزل اپنے عروج پر دکھائی دیتا ہے۔اس کتاب میں علامہ نے اُردو غزل کو اپنے اسلوبِ بیان اور فن کاری سے ایسا دلکش اور خوبصورت انداز بخشا ہے کہ ان کی نظیر اُردو ادب تو کیا دنیا بھر کے ادب میں مشکل سے ملے گی۔اس سے پہلے کہ ہم بال جبریل کے تغزل کا جائزہ لیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تغزل کے مفہوم کا تعین کر لیا جائے۔

غزل میں جن مختلف النوع خیالات کا اظہار ہوتا ہے اس اظہار کے اسلوب کو تغزل کا نام دیا جاتا ہے۔بعض اصحاب کو یہ غلط فہمی ہے کہ محض محبوب کے بارے میں رنگین انداز میں اظہارِ خیال کرنے، جدائی اور فراق کے قصے بیان کرنے، گل وبلبل اور لب ورخسار کی باتیں سنانے اور محبوب کے ظلم وستم کو بیان کرنے کا نام تغزل ہے مگر تغزل کی یہ تعریف درست نہیں بلکہ شاعر خواہ کیسے ہی خیالات کو جب خوبصورت اور دلکش انداز میں رمز وکنائے، تشبیہات، استعارات، علامات اور محاکات کے ذریعے غزل کی شکل میں بیان کرے تو اُس کے اِس اسلوب کو تغزل کہا جائے گا۔اس ضمن میں پروفیسر آل احمد سرور اپنے مضمون "غزل کا فن" میں لکھتے ہیں:

"غزل ہماری شاعری کی ایک اہم اور قابل قدر صنف ہے اور ہر دور میں زندگی کے حقائق کی عکاسی اپنے مخصوص انداز اور اسلوب میں کرتی رہی ہے۔اسی اسلوب کو تغزل کہا گیا ہے۔"(1)

اس سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اچھے اور خوبصورت انداز میں جو بات بھی غزل کے پیرائے میں کہی جائے اُسے تغزل کہا جاسکتا ہے، تغزل کیلئے ضروری نہیں کہ اس میں لازماً مجازی عشق ہی کی باتیں ہوں۔

جب ہم تغزل کے مذکورہ بالا مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے بال جبریل پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اس کتاب میں تقریباً ہر طرف خوبصورت اور دلکش تغزل کے حسین وجمیل مرقعے دکھائی دیتے ہیں۔بال جبریل کی غزلیں تغزل کا بہترین اور بے نظیر نمونہ ہیں۔بال جبریل کا تقریباً آدھا حصہ غزلیات پر مشتمل ہے جن میں علامہ کا فن عروج کی بلندیوں پر نظر آتا ہے اور انسانی عقل ان غزلیات کو پڑھ کر دنگ رہ جاتی ہے اور اُردو ادب کا سر فخر سے بلند ہوجاتا ہے۔سید نذیر نیازی اپنے ایک مضمون "بال جبریل پر سرسری نظر" میں لکھتے ہیں :

"اُردو زبان میں اب تک اس قسم کی غزلیں بھی نہیں لکھی گئیں تھیں بلکہ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ اقبال کے فارسی دیوان زبورِ عجم میں بھی ان کی نظیر نہیں ملتی۔یہ غزلیں کیا ہیں؟ حقائق واسرار کا ایک بیش بہا مجموعہ جس کے ایک ایک لفظ سے شاعر کے اِن لطیف اور گہرے احساسات کا پتہ چلتا ہے جن کی تشریح اور توضیح کیلئے اب کسی بحث کی ضرورت نہیں۔" (2)

بال جبریل کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم محسوس کرسکتے ہیں کہ واقعی اس کتاب کی غزلوں کی مثال دنیا کا کوئی بھی ادب دینے سے قاصر ہے۔علامہ نے ان غزلوں کو ایک انوکھا رنگِ تغزل عطا کیا ہے۔انہوں نے اپنے بے مثال فن کے ذریعے غزل کی تمامتر نزاکت اور لطافت اور دلکشی کو برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ رقیق تر فلسفیانہ خیالات کو اس خوبصورتی سے ان غزلوں کو سمورہا ہے کہ قاری حیران ہوجاتا ہے اور بے اختیار داد دینے لگتا ہے مثلاً یہ اشعار دیکھیے:

عالم آب وخاک وباد سرعیاں ہے تو کہ میں
وہ جو نظر سے ہے نہاں اس کا جہاں ہے تو کہ میں (3)

اس مختصر غزل کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کتنے دقیق خیالات کو علامہ نے کسی خوبصورتی سے سادہ انداز اور دلکش تغزل کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔سید نذیر نیازی لکھتے ہیں:

"اقبال کے تخیل اور اقبال کی فکر سے اب کم وبیش ہر شخص واقف ہوچکا ہے لیکن اِن غزلیات کا ایک زبردست پہلو یہ ہے کہ ان میں بعض دقیق سے دقیق مضامین نہایت آسان الفاظ میں ادا ہوگئے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کا سارا فلسفہ سمٹ کر چند الفاظ میں آگیا ہے۔اب اُردو شاعری کو اپنی کم مائیگی کا شکوہ نہیں رہے گا۔" (4)

بال جبریل میں علامہ نے اپنے اسلوب بیان کے ذریعے تغزل کے ایسے ایسے جوہر دکھائے ہیں کہ انسانی روح وجد میں آکر جھومنے لگتی ہے۔ ان غزلوں کو پڑھنے والا اِن کے رنگ تغزل سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ غور وفکر کی جانب بھی مائل ہوتا ہے اور اُس پر علم وحکمت کے اسرار ورموز کھلتے چلے جاتے ہیں اور ان غزلوں میں ایسے ایسے نکتے بھی موجود ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے انسانی عقل وفہم اور اک کو جلا بخشی جاسکتی ہے اور بھٹکتا ہوا انساں سیدھے راستے پر آسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا رنگ تغزل پہلے کسی شاعر کے حصے میں نہیں آیا :

نگاہ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے؟
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے
بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے (5)

سید نذیر نیازی فرماتے ہیں :

"دیوان غالب کے بعد یہ پہلا مجموعہ غزلیات ہے جسے پڑھ کر روحِ انسانی وجد کرتی ہے اور دل ودماغ غور وفکر کی طرف مائل ہوتے ہیں۔" (6)

بال جبریل کی غزلوں کی اہم خوبی یہ ہے کہ ان میں جدید ترین خیالات، عمیق علمی وفکری کے نکتوں اور فلسفیانہ موشگافیوں کے ساتھ ساتھ غزل کی روایتی چاشنی اور تغزل موجود ہے اور یہ اقبال کا کمالِ فن ہے کہ انہوں نے ایسے دقیق خیالات کے باوجود غزل کے رنگ تغزل پر حرف نہیں آنے دیا۔ مثلاً جب ہم اس کتاب کی پہلی ہی غزل کے آخری شعر کو دیکھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ایک دل جلا عاشق معشوق سے محو گفتگو ہے، یہاں اُردو غزل کا روایتی رنگ تغزل صاف جھلکتا ہے :

تو نے یہ کیا غضب کیا! مجھ کو بھی فاش کردیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینہ کائنات میں (7)

ہر چند کہ اس شعر میں رب کائنات کو مخاطب کیا گیا ہے مگر انداز بالکل اردو کی روایتی غزل کا سا ہے اور دلکش تغزل موجود ہے۔ اُردو کی غزل کی یہ بھی روایت رہی ہے کہ عاشق اپنے محبوب کے دربار میں آہ وفریاد کرتا دکھائی دیا ہے اور یہ آہ وفریاد اردو غزل کو ایک عجب رنگ تغزل بخشتی ہے اور اس آہ وفریاد میں ہر حساس فرد کو اپنے دل کی آہ و فریاد بھی سنائی دیتی ہے۔ بالِ جبریل کی چوتھی غزل کا پہلا شعر بھی ایسے ہی ایک تغزل میں ڈوبا ہوا ہے، اگرچہ مخاطب یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مبارکہ ہے مگر یہ علامہ ہی کا فن ہے کہ انہوں نے یہاں بھی خوبصورت رنگِ تغزل پیدا کردیا ہے اور اگر اس شعر کو سیاق وسباق سے الگ کرکے پڑھا جائے تو یہ قدیم اردو غزل کا محبوب سے شکوہ، شکایت پر مبنی کوئی شعر دکھائی دیتا ہے :

اثر کرے نہ کرے سن تو لے میری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندہ آزاد ! (8)

مگر اقبال کا تغزل روایتی تغزل نہیں ہے۔ اس کی معشوق ملت اسلامیہ، انسانیت، پیغمبر اور اللہ تعالی کی ذات ہے، اقبال انہیں محبوب بنا کر ایسے ڈھنگ سے بات کرتے ہیں کہ اُن کی غزلوں میں ایک انوکھا تغزل پیدا ہو جاتا ہے۔ علامہ اپنے محبوب رب کائنات سے جس بے تعلقی سے بات کرتے ہیں، وہ آپ ہی کا کام ہے۔ ان اشعار میں دیکھیے بات ربِ کائنات سے کی جارہی ہے مگر تغزل کے انداز میں :

ترے شیشے میں مئے باقی نہیں ہے
بتا کیا تو مرا ساقی نہیں ہے (9)

علامہ اقبال سچے عاشق رسول تھے اور آپ کی شاعری نے بھی اس عشق سے گرمی اور حرارت حاصل کی ہے، بال جبریل کی غزلوں میں بھی عشق مصطفٰے کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں اور علامہ غزل میں اس خوبصورتی سے نعتیہ اشعار پیش کرتے ہیں کہ قاری جھوم اُٹھتا ہے :

نگاہ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یسیں، وہی طہٰ (10)

علامہ نے اپنی اس کتاب میں تغزل پر جس قدر توجہ صرف کی ہے اُس کی مثال زبور عجم کے علاوہ اُن کی اور کسی کتاب میں نہیں ملتی۔ یہاں انہوں نے سیاسی باتوں کو بھی اس حسن ادا سے بیان کیا کہ اُن میں ایک دلکش تغزل پیدا ہو گیا ہے۔ سیاسی اور ملی و قومی مسائل اور حالات و واقعات کو غزل میں اس حسنِ ادا سے بیان کرنا کہ غزل کا رنگ تغزل مجروح نہ ہو، اقبال کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے

یہاں ساقی نہیں پیدا، وہاں بے ذوق ہے صہبا(11)

علامہ نے بال جبریل کی غزلوں میں تغزل کیلئے الفاظ پر بھی بہت توجہ صرف کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان غزلوں کے ساتھ ساتھ اس کتاب کی نظموں میں بھی تغزل کا رنگ بڑا نمایاں ہے۔ یہاں بے شمار ایسے الفاظ ملتے ہیں جو خاص غزل کیلئے مخصوص ہیں اور یہی الفاظ غزلوں میں تغزل پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اشعار میں الفاظ و تراکیب نے کیسا دلکش اور خوبصورت تغزل پیدا کیا ہے:

دگر گوں ہے جہاں، تاروں کی گردش تیز ہے ساقی

دل ہر ذرہ میں غوغائے رستاخیز ہے ساقی

متاع دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی

یہ کسی کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی(12)

اس طرح کی اور بے شمار مثالیں موجود ہیں جہاں علامہ نے خوبصورت الفاظ اور تراکیب کے ذریعے تغزل پیدا کیا ہے۔ اُردو شعرا نے اپنی غزل میں مے، جنوں اور صحرا و غیرہ الفاظ سے تغزل پیدا کیا اور یہی الفاظ اقبال کی ان غزلوں کی بھی جان ہیں۔ انہوں نے ان الفاظ کو نئے معنی عطا کیے ہیں اور اس طرح کا بے مثال تغزل پیدا کیا ہے۔

اردو شاعری میں شراب اور اس کے لوازمات کا تذکرہ بھی تغزل کا ایک اہم ہتھیار ہے۔ شعرا ساقی کے ہاتھوں شراب پینا چاہتے ہیں اور اس خواہش کے اظہار کیلئے خوبصورت انداز اختیار کر کے غزل میں تغزل پیدا کرتے ہیں۔ اقبال نے بھی یہ حربے آزمائے ہیں مگر اقبال اپنے محبوب سے عام شراب طلب نہیں کرتے، کیونکہ اُن کا محبوب بھی کوئی عام محبوب نہیں، لہذا وہ اپنے محبوب کے ہاتھوں شرابِ معرفت اور شراب لاالہ پینا چاہتے ہیں مگر کمال یہ کہ شراب معرفت پینے کی خواہش کو بھی تغزل کے خوبصورت انداز میں پیش کرتے ہیں :

لبالب شیشۂ تہذیبِ حاضر ہے مئے 'لا' سے

مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانۂ 'اِلّا'(13)

بالِ جبریل کی غزلوں میں اُردو غزل کے عاشق کے روایتی رقیب کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہے جو ان غزلوں کے رنگ تغزل کو بڑھانے میں کردار ادا کرتی ہیں مگر یہاں بھی اقبال کا رقیب کوئی عام آدمی نہیں بلکہ دین و مذہب اور ملت کا ہر دشمن اقبال کا دشمن ہے:

رہے ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک

مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے ید بیضا(14)

اس کے علاوہ جو شے بھی شاعر اور رب کے درمیان دوری پیدا کرے وہ وہ علامہ کی رقیب ہے۔ جذبہ عشق و محبت کا بیان اگر خوبصورتی سے کیا جائے وہ غزل کے تغزل میں دوچند اضافہ کر دیتا ہے۔ محبت ایک پاکیزہ جذبہ ہے اور تمام جذبوں سے بلند تر ہے۔ علامہ اقبال کے ہاں عشق اور محبت کا مفہوم بہت وسیع اور بلند ہے اور اس پاکیزہ اور خوبصورت جذبے کے خوبصورت اظہار نے بھی بال جبریل کے تغزل کی دلکشی میں اضافہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے:

محبت خویشتن بینی محبت خویشتن داری

محبت آستان قیصر و کسریٰ سے بے پروا(15)

اردو غزل میں عشق بیماری کے طور پر سامنے آتا ہے۔ علامہ نے بھی اس موضوع کو نئے انداز میں برتا ہے اور تغزل میں دلکشی پیدا کی ہے:

طبیبِ عشق نے دیکھا مجھے تو فرمایا

ترا مرض ہے فقط آرزو کی بے نیشی(16)

بال جبریل کے بے مثال تغزل کی ایک اہم خوبی، ان غزلوں کی غنائیت اور موسیقیت ہے۔ اکثر غزلوں میں بلا کی روانی اور موسیقیت پائی جاتی ہے اور قاری بھرپور لطف اُٹھانے لگتا ہے:

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم

عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوزِ دمبدم(17)

اِن اشعار میں دیکھئے نہ صرف بے مثال موسیقیت موجود ہے بلکہ دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے میں جو نادر تشبیہ استعمال کی گئی ہے اس قسم کی بے شمار نادر تشبیہات واستعارات اور علامات بال جبریل میں بکھری پڑی ہیں۔

علامہ قوم کا درد اپنے سینے میں لیے ہوئے تھے، لہذا بال جبریل بھی اس درد سے خالی نہیں بلکہ یہاں تو ساری غزلیں اور نظمیں ہی قوم کے درد میں ڈوبی ہوئی دکھائی دیتے ہیں۔ دوسرے شاعر تو اپنی خستہ حالی اور خرابی کا تذکرہ کرکے تغزل پیدا کرتے ہیں مگر علامہ کا خاصہ یہ ہے کہ وہ قوم کی خرابی اور حرماں نصیبی پر آنسو بہاتے ہیں اور اس سے اُن کی شاعری میں شاندار تغزل بھی پیدا ہوتا ہے:

اے مسلمان اپنے دل سے پوچھ، مُلا سے نہ پوچھ

ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم(18)

بال جبریل کی غزلوں میں بعض جگہوں پر جامی اور بیدل کا رنگ بھی پایا جاتا ہے اور ہر چند کہ علامہ وحدت الوجود کے قائل نہیں مگر اس رنگ کے باعث اس نظریے کا رنگ بھی کہیں کہیں پیدا ہو گیا ہے۔

نگہ پیدا کر اے غافل تجلی عین فطرت ہے

کہ اپنی موج سے بیگانہ رہ سکتا نہیں دریا (19)

علامہ نے بال جبریل کی غزلوں میں حقیقی عشق کو اس طور پیش کیا ہے کہ اس میں تغزل کا گہرا رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ حالی نے غزل کو اصلاحی اور قومی مقاصد کیلئے استعمال کیا تو لوگوں نے شکایت کی کہ اس غزل میں سے تغزل کی چاشنی ختم ہو گئی ہے اور یہ روکھی پھیکی غزل ہے، مگر اقبال نے اپنی فنکاری سے اس شکایت کو دور کر دیا، وہ بات حقیقی عشق کی، قومی مسائل کی اور فلسفیانہ افکار کی کر رہے ہوتے ہیں مگر لطف غزل کا ملتا ہے اور یہی اقبال کا کمال فن ہے:

نہ بادہ ہے، نہ صراحی، نہ دورِ پیمانہ

فقط نگاہ سے رنگیں ہے بزمِ جانانہ(20)

بال جبریل کی ایک نمایاں خصوصیت اُس کے تغزل میں زبردست بلاغت کی موجودگی ہے، علامہ نے اس کتاب کے اشعار میں فن بلاغت کو عروج پر پہنچا دیا ہے۔ بلاغت کا اتنا شاندار مظاہرہ اُردو میں اور کسی شاعر کے ہاں دکھائی نہیں دیتا مثلاً یہ شعر ملاحظہ ہو:

خودی سے اس طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں

یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا، نہ میں سمجھا(21)

اس ضمن میں پروفیسر یوسف سلم چشتی شرح بال جبریل کے دیباچے میں رقمطراز ہیں :

"بال جبریل میں بہت سے اشعار اس قدر بلیغ ہیں کہ غور سے دیکھو تو یوں محسوس کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے، اس قسم کے اشعار صرف وہ شاعر ہی لکھ سکتا ہے جو اسلوبِ بیان پر قدرت رکھنے کے علاوہ عمیقِ فکر اور بلند تخیل بھی رکھتا ہو۔"(22)

اس ضمن میں ڈاکٹر فرمان فتحپوری اپنی کتاب اقبال سب کے لیے میں لکھتے ہیں:

" بال جبریل کی غزلوں میں اقبال کا پیغام حیات یا ان کا فلسفہ فکر نظر، ذہن کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ شاعر کے دل کی دھڑکن بن گیا ہے، ایسی دھڑکن جسے پوری ملت اسلامیہ بلکہ پوری انسانیت کے قلب کی دھڑکن کہا جاسکتا ہے۔ خودی و بے خودی ، عشق و عقل، ضبط نفس داطاعت، امیری و شاہی، فقر و قناعت، فطرت ور موز فطرت، درویشی و قلندری، جذب و جنوں، فرو کیت و جمہوریت، سرمایہ داری و چنگیزی ، دانش فرنگ و شعور مشرق، بندگی و خداوندی، مذہب و سیاسیات سب کو ان غزلوں میں موضوع بنایا گیا ہے لیکن ایسی حسن کاری اور ایسی دلکشی کے ساتھ کہ اس کی مثالیں، اوروں کا کیا ذکر، خود اقبال کے اُردو کلام میں کسی اور جگہ مشکل سے ملیں گی ۔" (23)

بال جبریل کے تغزل پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر تاثیر اپنے مضمون "اقبال اور غزل" میں لکھتے ہیں :

" حافظ اور عہد سلف کے دوسرے ممتاز غزل گوؤں کے کلام میں حواس مدہوش ہو جاتے ہیں اور قاری کا دل ڈوبنے لگتا ہے، وہاں اقبال کی غزلیں انسان کو خوابِ غفلت سے جگا کر عمل پر آمادہ کرتی ہیں ۔۔۔۔(اقبال نے) غزل کی قدیم صنف میں ایک نئی روح پھونک دی ہے، یہاں تک کہ گھسے پٹے استعارات میں بھی نئی توانائی پیدا کر دی ہے، گل و بلبل، ساقی، مے خانہ، صیاد و غزال دیکھنے میں تو وہی ہیں لیکن اِن میں ایک نئی معنویت پیدا ہو گئی ہے۔ اس طرح اقبال نے ہماری ساری شاعری کا نظام اقدار ہی بدل ڈالا ہے۔"(24)

ڈاکٹر تاثیر مزید لکھتے ہیں:

" غزل کے ایک نئے دور کا آغاز اقبال کی بال جبریل سے ہوتا ہے اقبال کے ایمان کی حدت نے بارد اور مجرد خیالات کو جذبات کی سی گرمی عطا کر دی ہے۔ راسخ یقین نے فلسفہ کو شاعری کا رتبہ بخش دیا ہے۔" (25)

بال جبریل کی غزلوں کے ساتھ ساتھ نظموں میں بھی خوبصورت رنگ تغزل موجود ہے اور نظموں کے اکثر اشعار پر غزل کے اشعار کا گمان ہونے لگتا ہے۔ نظیم ذوق و شوق کے بارے میں ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی لکھتے ہیں:

" فنی اعتبار سے نظم کی ایک بڑی خوبی اس کا انداز تغزل اور سوز و گداز ہے۔" (26)

بال جبریل کے تغزل کے اس اجمالی سے جائزے کے بعد یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ علامہ نے بال جبریل میں تغزل کو بامِ عروج پر پہنچادیا ہے اور ہر قسم کے رنگا رنگ مضامین کو اس طور گرفت میں لیا ہے کہ فلسفے کے دقیق اور بھاری بھر کم مسائل میں بھی لطافت و دلکشی پیدا کر کے انہیں غزل کے روپ انہیں ڈھال دیا ہے اور یہ اتنا بڑا فنی و فکری کارنامہ ہے جس پر نہ صرف اُردو شاعری بلکہ ساری دنیا کی شاعری رہتی دنیا تک فخر کرتی رہے گی۔

حوالہ جات

1. کامل قریشی، ڈاکٹر، مرتب، اُردو غزل، دہلی، اُردو اکادمی، 1987ء، ص: 22
2. نیرنگ خیال، لاہور، 1924ء، ص: 143
3. کلیات اقبال اُردو، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1989ء، ص: 320
4. نیرنگ خیال، ص: 143
5. کلیاتِ اقبال اُردو، ص: 340
6. نیرنگ خیال، ص: 143
7. کلیاتِ اقبال اُردو، ص: 297
8. ایضاً، ص: 300
9. ایضاً، ص: 298
10. ایضاً، ص: 317
11. ایضاً
12. ایضاً، ص: 303
13. ایضاً، ص: 116
14. ایضاً، ص: 317
15. ایضاً، ص: 397
16. ایضاً، ص: 322
17. ایضاً، ص: 324
18. ایضاً، ص: 325
19. ایضاً
20. ایضاً
21. ایضاً
22. یوسف سلیم چشتی، پروفیسر، شرح بانگ درا، لاہور، عشرت پبلشنگ ہاؤس، س۔ن، ص: 17
23. فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اقبال سب کے لیے، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 1981ء، ص: 339
24. قرشی، افضل حق، مرتب، اقبال کا فکر و فن، لاہور، یونیورسل بکس، 1988ء، ص: 163
25. ایضاً، ص: 163
26. رفیع الدین ہاشمی، اقبال کی طویل نظمین، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، 1981ء، ص: 166